

لیکن اگر ان کے خیالات متفق ہیں اور اخلاق ملنے جلتے ہیں تو ان کی زندگی کا راستہ ایک ہوگا۔ اس نظریہ کی بنیاد پر اسلام دنیا کے تمام نسلی، وطنی اور قومی معاشروں کے برعکس ایک فکری اخلاقی اور اصولی معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں انسان اور انسان کے ملنے کی بنیاد اس کی پیدائش نہیں بلکہ ایک عقیدہ اور ایک اخلاقی ضابطہ ہے۔ ہر وہ شخص جو ایک خدا کو اپنا مالک و معبود مانے اور پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کو اپنا قانون زندگی تسلیم کرے، اس معاشرے میں شامل ہو سکتا ہے خواہ وہ افریقہ کا رہنے والا ہو یا امریکہ کا، خواہ وہ سامی نسل کا ہو یا آریہ نسل کا، خواہ وہ کالا ہو یا گورا، خواہ وہ ہندی ہو یا عربی۔ جو ان بھی اس معاشرے میں شامل ہونگے ان سب کے حقوق اور معاشرتی مرتبے یکساں ہونگے۔ کسی ختم کے نسلی، قومی یا طبقاتی امتیازات ان کے درمیان نہ ہونگے۔ کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہ ہوگا۔ کوئی چرت چیات ان میں نہ ہوگی۔ کسی کا ہاتھ لگنے سے کوئی ناپاک نہ ہوگا۔ شادی بیاہ اور کھانے پینے اور مجلسی میل جول میں ان کے درمیان کسی قسم کی رکاوٹیں نہ ہونگی۔ کوئی اپنی پیدائش یا اپنے پیشے کے لحاظ سے ذلیل یا کمین نہ ہوگا۔ کسی کو اپنی ذات برادری یا حسب نسب کی بنا پر مخصوص حقوق حاصل نہ ہو سکیں گے۔ آدمی کی بزرگی اس کے خاندان یا اس کے مال کی وجہ سے نہ ہو بلکہ صرف اس وجہ سے ہوگی کہ اس کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں اور وہ خدا ترسی میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

یہ ایک ایریا معاشرہ ہے جو نسل و رنگ اور زبان کی حد بندیوں اور جغرافی سرحدوں کو توڑ کر روئے زمین کے تمام خطوں پر پھیل سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر انسانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم ہو سکتی ہے۔ نسلی اور وطنی معاشروں میں تو صرف وہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو کسی نسل یا وطن میں پیدا ہوئے ہوں اس سے باہر کے لوگوں پر ایسے ہر معاشرے کا دروازہ بند ہوتا ہے مگر اس فکری اور اصولی معاشرے میں ہر وہ شخص برابر کے حقوق کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے جو ایک عقیدے اور ایک اخلاقی ضابطے کو تسلیم کر لے۔ رہے وہ لوگ جو اس عقیدے اور ضابطے کو نہ مانیں نہ یہ معاشرہ انہیں اپنے دائرے میں تو نہیں لیتا مگر انسانی برادری کا تعلق ان کے ساتھ قائم

کرنے اور انسانیت کے حقوق انہیں دینے کے لئے تیار ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ایک ماں کے دو بچے اگر خیالات میں مختلف ہیں تو ان کے طریق زندگی بہر حال الگ ہونگے، مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی نہیں رہے۔ بالکل اسی طرح نسل انسانی کے دو گروہ، یا ایک ملک میں رہنے والے لوگوں کے دو گروہ بھی اگر عقیدے اور اصول میں اختلاف رکھتے ہیں تو ان کے معاشرے یقیناً الگ ہونگے، مگر انسانیت بہر حال ان میں مشترک رہیگی۔ اس مشترک انسانیت کی بنا پر زیادہ سے زیادہ جن حقوق کا تہ توڑ کیا جاسکتا ہے وہ سب اسلامی معاشرے نے غیر اسلامی معاشروں کے لئے تسلیم کئے ہیں۔

اسلامی نظام معاشرت کی ان بنیادوں کو سمجھ لینے کے بعد آئیے اب ہم دیکھیں کہ وہ کیا اصول اور طریقے ہیں جو اسلام نے انسانی میل ملاپ کی مختلف صورتوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

انسانی معاشرت کا اولین اور بنیادی ادارہ خاندان ہے۔ خاندان کی بنا ایک مرد اور ایک عورت کے ملنے سے پڑتی ہے۔ اس ملاپ سے ایک نئی نسل وجود میں آتی ہے۔ پھر اس سے شتے اور کنبے اور بہادری کے دوسرے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ اور بالآخر یہی چیز پھیلتے پھیلتے ایک وسیع معاشرے تک جا پہنچتی ہے۔ پھر خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس میں ایک نسل اپنے بعد آنے والی نسل کو انسانی تمدن کی خدمات سنبھالنے کے لئے نہایت محنت، ایثار و سربزنی اور نیر خواہی کے ساتھ تیار کرتی ہے۔ یہ ادارہ تمدن انسانی کے بقا اور نشوونما کے لئے سونے جیسا بھرتی نہیں کرتا بلکہ اس کے کارکن دل سے اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کی جگہ لینے والے خاندان سے بہتر ہوں اس بنا پر یہ ایک حقیقت ہے کہ خاندان ہی انسانی تمدن کی جڑ ہے اور اس بڑ کی صحت و طاقت پر خود تمدن کی صحت و طاقت کا مدار ہے۔ اسی لئے اسلام معاشرتی مسائل میں سب سے پہلے اس امر کی طرف توجہ کرتا ہے کہ خاندان کے ادارہ کو صحیح ترین اور مضبوط ترین بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کے تعلق کی صحیح صورت صرف وہ ہے جس کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریاں قبول کی گئی ہوں اور جس کے نتیجے میں ایک خاندان کی بنا پڑے۔ آزادانہ اور غیر ذمہ دارانہ

تعلق کو وہ محض ایک معصوم سی تفریح یا ایک مہر لی سی بے راہ روی سمجھ کر طامال نہیں دیتا بلکہ اس کی نگاہ میں یہ انسانی تمدن کی جڑ کاٹ دینے والا فعل ہے، اس لئے ایسے تعلق کو وہ حرام اور قانونی جرم قرار دیتا ہے، اس کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے تاکہ سوداگشی میں ایسے تمدن کش تعلقات رائج نہ ہونے پائیں، اور معاشرت کو ان اسباب سے پاک کر دینا چاہتا ہے جو اس غیر ذمہ دارانہ تعلق کے لئے محرک ہوتے ہوں یا اس کے مواقع پیدا کرتے ہوں۔ پردے کے احکام، مرووں اور عورتوں کے آواز و آواز میل جول کی ممانعت، موسیقی اور تصاویر پر پابندیاں اور فواحش کی اشاعت کے خلاف رکاوٹیں سب اسی چیز کی روک تھام کے لئے ہیں اور ان کا مرکزی مقصد خاندان کے ادارے کو محفوظ اور مضبوط کرنا ہے۔ دوسری طرف ذمہ دارانہ تعلق یعنی نکاح کو اسلام محض جائز ہی نہیں رکھتا بلکہ اسے ایک نیکی، ایک کارِ ثواب، ایک عبادت قرار دیتا ہے۔ سن بلوغ کے بعد مرد اور عورت کے مجرّد رہنے کو ناپسند کرتا ہے۔ ہر فوجوان کو اس بات پر اکساتا ہے کہ تمدن کی جن ذمہ داریوں کا بار اس کے ماں باپ نے اٹھایا تھا اپنی باری آنے پر وہ بھی انہیں اٹھائے۔ اسلام ربانیت کو نیکی نہیں سمجھتا بلکہ اسے فطرت اللہ کے خلاف ایک بدعت ٹھہراتا ہے۔ وہ ان تمام رسموں اور رواجوں کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے جن کی وجہ سے نکاح ایک مشکل اور بھاری کام بن جاتا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ معاشرہ میں نکاح کو آسان ترین اور زنا کو مشکل ترین فعل ہونا چاہیے نہ یہ کہ نکاح مشکل اور زنا آسان ہو۔ اسی لئے اس نے چند مخصوص رشتوں کو حرام ٹھہرانے کے بعد تمام دور و نزدیک کے رشتہ داروں میں ازدواجی تعلق کو جائز کر دیا ہے، ذات برآمدی کی تفریق میں اٹا کر تمام مسلمانوں میں آپس کے شادی بیاہ کی کھلی اجازت دی ہے، مہر اور جہیز اس قدر تکے رکھنے کا حکم دیا ہے جنہیں فریقین باسانی برداشت کر سکیں اور رسم نکاح ادا کرنے کے لئے کسی تاخیر، پندرت، پردھت یا دفتر و جطر کی کوئی ضرورت نہیں رکھی۔ اسلامی معاشرہ کا نکاح ایک ایسی سادہ سی رسم ہے جو ہر کہیں دو گواہوں کے سامنے بالغ زوجین کے ایجاب و قبول سے انجام پاسکتی ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ یہ ایجاب و قبول خفیہ نہ ہو بلکہ بتی میں اعلان کے ساتھ ہو۔

خاندان کے اندر اسلام نے مرد کو ناظم کی حیثیت دی ہے تاکہ وہ اپنے گھر میں ضبط قائم رکھے۔ بیوی کو شوہر کی اور اولاد کو ماں اور باپ دونوں کی اطاعت و خدمت کا حکم دیا ہے۔ ایسے ڈھیلے ڈھالے خاندانی نظام اسلام پسند نہیں کرتا جس میں کوئی انضباط نہ ہو اور گھر والوں کے اخلاق و معاملات درست رکھنے کا کوئی بھی ذمہ دار نہ ہو۔ نظم بہر حال ایک ذمہ دار ناظم ہی سے قائم ہو سکتا ہے اور اسلام کے نزدیک اس ذمہ داری کے لئے خاندان کا باپ ہی فطرۃً موزوں ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مرد کو گھر کا ایک جابرہ وقار فرمانروا بنا دیا گیا ہے اور عورت ایک بے بس لڑکی کی حیثیت سے اس کے حوالہ کر دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک ازدواجی زندگی کی اصل روح محبت اور رحمت ہے۔ عورت کا فرض اگر شوہر کی اطاعت ہے تو مرد کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کا صلح کے لئے استعمال کرے نہ کہ زیادتی کے لئے۔ اسلام ایک ازدواجی تعلق کو اسی وقت تک باقی رکھنا چاہتا ہے جب تک اس میں محبت کی شیرینی یا کم از کم رفاقت کا امکان باقی ہو۔ جہاں یہ امکان باقی نہ رہے وہاں وہ مرد کو طلاق کا اور عورت کو خلع کا حق دیتا ہے، اور بعض صورتوں میں اسلامی عدالت کو یہ اختیارات عطا کرتا ہے کہ وہ ایسے نکلج کر توڑ دے جو رحمت کے بجائے زحمت بن گیا ہو۔

خاندان کے محدود دائرے سے باہر قریب ترین سرحد رشتہ داری کی ہے جس کا دائرہ کافی وسیع ہوتا ہے۔ جو لوگ ماں اور باپ کے تعلق سے یا بھائی اور بہنوں کے تعلق سے یا سسرالی تعلق سے ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوں، اسلام ان سب کو ایک دوسرے کا ہمدرد و مددگار اور غم گسار دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ذوی القربیٰ یعنی رشتہ داروں سے نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں صلہ رحمی کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور اسے بڑی نیکی شمار کیا گیا ہے۔ وہ شخص اسلام کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے جو اپنے رشتہ داروں سے سرد مہری اور طوطا چٹھی کا معاملہ کرے۔ مگر اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ رشتہ داروں کی بے جا طرف داری کوئی اسلامی حکم ہے۔ اپنے کنبے قبیلے کی ایسی حمایت جو حق کے خلاف ہو اسلام کے نزدیک جاہلیت ہے۔ اسی طرح اگر حکومت کا کوئی افسر بلک کے خرچ پیا قریب پوری کرنے لگے یا اپنے عزیزوں کے ساتھ بے جا رعایت

کرنے لگے تو یہ بھی کوئی اسلامی کام نہیں ہے بلکہ ایک شیطانی حرکت ہے۔ اسلام جس صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے وہ اپنی ذات سے ہونی چاہیے اور حق و انصاف کی حد کے اندر ہونی چاہیے۔

رشتہ داری کے تعلق کے بعد دوسرا قریب ترین تعلق ہمسائیگی کا ہے۔ قرآن کی رو سے ہمسائیگی کی تین قسمیں ہیں۔ ایک رشتہ دار ہمسایہ۔ دوسرا اجنبی ہمسایہ۔ تیسرا وہ عارضی ہمسایہ جس کے پاس بیٹھنے یا ساتھ چلنے کا آدمی کو اتفاق ہو۔ یہ سب اسلامی احکام کی رو سے رفاقت، ہمدردی اور نیک سلوک کے مستحق ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ہمسائے کے حقوق کی اتنی تاکید کی گئی کہ میں خیال کئے لگا کہ شاید اب اس وراثت میں حصہ دار بنا دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے درمیان وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہ جائے۔ ایک مرتبہ آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت بہت نمازیں پڑھتی ہے، اکثر روزے رکھتی ہے، خوب خیرات کرتی ہے، مگر اس کی بددبانی سے اس کے پڑوسی عاجز ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ایک دوسری عورت ہے جس میں یہ خوبیاں تو نہیں ہیں مگر وہ پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔ آنحضرت نے لوگوں کو یہاں تک تاکید کی تھی کہ اپنے بچوں کے لئے اگر پھل لاؤ تو یا تو ہمسائے کے گھر بھی بھیجو ورنہ پھلکے باہر نہ پھینکو تاکہ غریب ہمسائے کا دل نہ ٹوٹ سکے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں

۱۔ وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی (النساء - ۶)

۲۔ مَا ذَالِ جَبْرِیْلِ یُصِنِی بَابِجَارِہِی ظَنَنْتَ اِنَّہٗ سَبَّوْہَا

۳۔ وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی

۴۔ سَبَّوْہَا بِالَّذِی یُسَبِّحُہَا وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی وَابْجَارِہِی النَّسْرَہِی

۵۔ یہ اثناء ہے ایک طویل حدیث کی طرف جسے طبرانی نے نقل کیا ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا

تو واقعی تو اچھا ہے اور اگر ہم ملے کی رے تیرے بارے میں خراب ہے تو ایک ہمدردی ہے مختصر
 یکہ اسلام ان سب لوگوں کو جو ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں آپس میں ہمدرد، مددگار، شریک
 رنج و راحت دیکھنا چاہتا ہے۔ ان کے درمیان ایسے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب
 ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور ایک دوسرے کے پہلو میں اپنی جان، مال اور آبرو کو فدا کر
 سکیں۔ رہی وہ معاشرت جس میں ایک دلیو اینج رہنے والے دو آدمی بھی برسوں ایک
 دوسرے سے اشتنا رہیں اور جس میں ایک محلے کے رہنے والے باہم کوئی دلچسپی، کوئی ہمدردی اور
 کوئی اعتماد نہ رکھتے ہوں تو ایسی معاشرت ہرگز اسلامی معاشرت نہیں ہوتی۔

ان تریبی وابطوں کے بعد تعلقات کا وہ وسیع دائرہ سامنے آتا ہے جو پورے معاشرے پر
 پھیلا ہوا ہے۔ اس دائرے میں اسلام ہماری اجتماعی زندگی کو جن بڑے بڑے اصولوں پر قائم
 کرتا ہے وہ مختصر آئیے۔

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور بدی و زیادتی کے کاموں میں تعاون
 نہ کرو (قرآن)

یا رسول اللہ مسائے پر مسائے کا کیا حق ہے حضور نے جواب دیا "اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے، اگر وہ
 تجھ سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کر، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جا، اگر وہ محتاج ہو تو اس کی حاجت
 پوری کر، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو اس کو مبارکباد دے، اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس سے اظہار ہمدردی کر
 اگر وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، اس کے گھر سے اپنے گھر کو اتنا ادب سنا کہ اٹھا کر اس کی ہوا کے آئیے کہ
 وہ خود اس پر راضی ہو، اپنے کھانے کی خوشبو سے یا تو اسے تکلیف نہ دے ورنہ کچھ نہ کچھ اس کے گھر بھی بھیج، اور
 اگر وہ اپنے گھر میں کوئی پھل لائے تو مسائے کے ہاں بھیج ورنہ کم از کم پچا کر لاؤ تیرے بچے اسے کربا ہر نہ جائیں تاکہ نہ
 کا بچہ اسے نہ ستائے"

اذا سمعت جيرانك يقولون قد احسنت فاحسنت واذا سمعت يقولون قد اسأت فقد اسأت
 من افوا على البنيان تقولون ولا تقولوا على ذنوبهم ولا تعذروا (المائدة)

تمہاری دوستی اور دشمنی خدا کی خاطر ہوتی چاہیے جو کچھ وہ اس لئے دے کہ خدا اس کا واپس لینا
 کہتا ہے اور جو کچھ روکے اس لئے روکے کہ خدا اس کا واپس لینا نہیں دے۔ (حدیث)

تم وہ بہترین امت ہو جسے دنیا والوں کی کھلائی کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ تمہارا کام نیکی کا حکم
 دینا اور بدی کو روکنا ہے۔ (قرآن)

آپس میں بدگمانی نہ کرو، ایک دوسرے کے معاملات کا تجسس نہ کرو، ایک کے خلاف دوسرے کو نہ اکساؤ، آپس کے حسد اور بغض سے بچو، ایک دوسرے کی کاتھیں نہ پڑو، اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو۔ (حدیث)

کسی ظالم کو ظالم بناتے ہوئے اس کا ساتھ نہ دو۔ (حدیث)

غیر حق میں اپنی قوم یا قبیلے کی حمایت کرنا ایسا ہے جیسے تمہارا اذن کتوں میں گرنے لگا تو تم بھی اس کی دم بچڑ کر اس کے ساتھ ہی جا گڑو۔ (حدیث)

دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند کرو جو تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ (حدیث)

لَمَنْ أَحَبَّ اللَّهَ وَالْأَفْضَلَ اللَّهُ مَا عَظَى اللَّهُ وَسَمِعَ اللَّهُ فَتَمَّ الْإِيمَانُ
لَمْ كُنْتُمْ خَيْرَ نَفَقَةٍ إِخْرَجَتْ بِشَيْءٍ تَأْمُرُكُمْ بِالْعُرْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

رواى عمران - ١٢

ایاکم و اتقن فان اتقن کنب الحدیث ولا تحشوا ولا تشا جشوا ولا تحاسدوا ولا
یتلخصوا ولا تناموا و اكونوا عباد الله اخوانا۔

لے من مشی مع عالم بسویہ ہو عیلم اندہ عالم فقد خرج من الاسلام

۵. من نصر فريد على غير الحق فهو كائدي الذي روى فهو يترجم بنبي

ثم راجع لما بين ما تحت النعل تكن مسلماً

۴۔ اقتصادی نظام

انسان کی معاشی زندگی کو انصاف اور راستی پر قائم رکھنے کے لئے اسلام نے چند اصول اور چند حدود مقرر کر دیے ہیں تاکہ دولت کی پیدائش، استعمال اور گردش کا سامان نظام انہی خطوط کے اندر چلے جو اس کے لئے کھینچ دیئے گئے ہیں۔ دولت کی پیداوار کے طریقے اور اس کی گردش کی صورتیں کیا ہوں؟ اسلام کو اس سوال سے کوئی بحث نہیں ہے۔ یہ چیزیں تو مختلف زمانوں میں تمدن کے نشوونما کے ساتھ ساتھ بنتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ ان کا تعین انسانی حالات و ضروریات کے لحاظ سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ اسلام جو کچھ چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ تمام زمانوں اور حالات میں انسان کے معاشی معاملات جو شکلیں بھی اختیار کریں ان میں یہ اصول مستقل طور پر قائم رہیں اور ان حدود کی لازماً پابندی کی جائے۔

اسلامی نقطہ نظر سے زمین اور اس کی سب چیزیں خدا نے نوع انسانی کے لئے بنائی ہیں۔ اس لئے ہر انسان کا یہ پیدائشی حق ہے کہ زمین سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس حق میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں۔ کسی کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ نہ کسی کو اس معاملے میں دوسروں پر ترجیح ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کسی شخص یا نسل یا ملت پر ایسی کوئی پابندی از روئے شرع جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ رزق کے وسائل میں سے بعض کو استعمال کرنے کا حق دار ہی نہ رہے، یا بعض پیشوں کا دروازہ اس کے لئے بند کر دیا جائے۔ اسی طرح ایسے امتیازات بھی شرعاً قائم نہیں ہو سکتے جن کی بنا پر کوئی ذریعہ معاش یا وسیلہ رزق کسی مخصوص طبقے یا نسل یا خاندان کا جائزہ بن کر رہ جائے۔ خدا کی بنائی ہوئی زمین پر اس کے پیدا کئے ہوئے وسائل رزق میں سے اپنا حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا سب انسانوں کا یکساں حق ہے اور اس کوشش کے مواقع سب کے لئے یکساں کھلے ہوئے چاہئیں۔

قدرت کی جن نعمتوں کو تیار کرنے یا کارآمد بنانے میں کسی کی محنت و قابلیت کا کوئی دخل نہ ہو